



ہندوستان جنتِ نشان

صالح عابد حسین

پیدائش : 1913 وفات :

صالح عابد حسین کا اصل نام مصدق فاطمہ تھا۔ وہ پانی پت میں پیدا ہوئیں۔ ان کا تعلق حالی کے خاندان سے تھا۔ ان کی شادی ڈاکٹر عابد حسین سے ہوئی تھی، جو اپنے زمانے کے ممتاز دانشور تھے۔

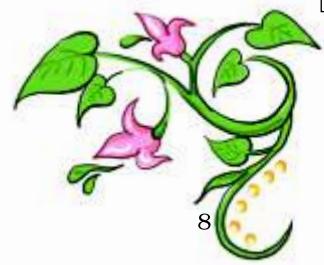
صالح عابد حسین کے اہم ناول یادوں کے چراغ، قطرے سے گہر ہونے تک، اپنی اپنی صلیب، ساتواں آنگن اور راہِ عمل ہیں۔

انہوں نے افسانے بھی لکھی ہیں۔ ان کے کچھ مجموعوں کے نام اس طرح ہیں: نقشِ اول، سازِ ہستی، درِ درماں، تین چہرے، نراس میں آس وغیرہ۔ صالح عابد حسین نے بچوں کے لیے بھی کہانیاں اور مضامین لکھے ہیں، جیسے سنہرے بالوں والے، بچوں کا دلیں، بہار سندر، اور بچوں کے اطاف حسین حالی وغیرہ۔ ان کی خود نوشت سوانح حیات کا نام سلسلہ روز و شب ہے۔

صالح عابد حسین نے اپنی تخلیقات کا موضوع متوسط طبقے کے عام سماجی اور فیضیاتی مسائل کو بنایا ہے۔ ان کی زبان عام فہم اور سادہ ہے۔

اس مضمون میں صالح عابد حسین نے کشمیر، بھوپال، آگرہ اور حیدر آباد کے اپنے سفر کا بیان بڑے دلچسپ انداز میں کیا ہے۔

شادی کے بعد میں نے اپنے شوہر سے ایک ہی فرمائش کی تھی کہ مجھے سیاحت کا بہت شوق ہے۔ اور انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ ہم دونوں انشاء اللہ ہندوستان دیکھیں گے بلکہ باہر کے ملکوں کی بھی سیاحت کریں گے۔ گز شنہ اڑتیں چالیس سال کے عرصے میں میں نے ہندوستان اور ہندوستان سے باہر جتنی سیاحت کی وہ میرے طبقے اور میری



8

حیثیت کی عورتوں کے نصیب میں بہت کم آتی ہے۔

میری صحت کی کمزوری کی وجہ سے عابد صاحب گرمی میں دل سے باہر کسی پہاڑی مقام پر جانے کا پروگرام بنایا کرتے تھے۔ زمانہ سستا تھا۔ کرانے کم تھے۔ پہاڑ پر ٹھہر نے کا انتظام کسی دوست کی وساطت سے مفت یا بہت کم پیسوں میں ہو جاتا تھا۔ وہاں جا کر ہم دونوں لکھنے کا کام بھی کرتے تھے اور سیر بھی۔ اسی طرح میں نے ہندوستان کے پہاڑی مقامات دیکھے۔ شملہ، نینی تال اور رانی کھیت کی بھی سیر کی۔ مہابیشور تین دن جا کر رہے۔ یہ بڑا ہی سرسبز پر فضا اور دل کش مقام ہے۔ لیکن سب سے زیادہ سیر میں نے کشمیر کی کی ہے۔ سری نگر اور آس پاس کے علاقے تو چھان ہی ڈالے۔ اس کے علاوہ پام پور، سون مرگ، مانس بن جھپل جس کے چاروں طرف کنوں کے پھولوں کے تختنے اُسے عجیب حُسن بخشتے ہیں۔ اچھا بل، کگر ناگ، انت ناگ کے آب حیات کے سے چشمے دیکھے۔ ان کا ٹھنڈا میٹھا پانی پیا۔ اور ان کے حُسن سے آنکھوں کو تراوٹ بخشی۔ دائل کا جھوتا پل خود ایک عجیب چیز ہے اور پھر دریا کا حُسن اور اُس کے رنگ برلنگے پتھر جو جواہرات کو مات کرتے ہیں۔ انت ناگ کی جھپل مقدس مانی جاتی ہے۔

جموں کے راستے سری نگر آتے جاتے کئی باروی ی ناگ جھپل کو دیکھا۔ حسبِ دستور مغلوں نے اس کے گرد بھی

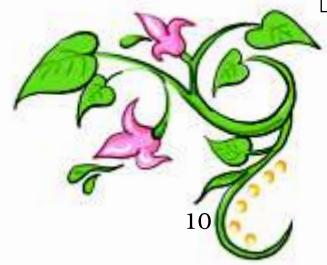




ایک وسیع اور حسین باغ بنوادیا تھا۔ اس جھیل کی گھرائی کی کوئی حد نہیں ہے۔ اسی سے دریائے جہلم نکلتا ہے۔ ہزاروں برس سے کروڑوں ٹن پانی اس میں بہتار ہتا ہے۔ اور دریائے جہلم میں کبھی پانی کی کمی نہیں ہوتی۔

یوں تو کشمیر کا چپہ چپہ جنتِ ارضی معلوم ہوتا ہے لیکن مجھے پہلگام سب سے زیادہ پسند ہے۔ اس کی سیر سے جی کبھی نہیں بھرتا۔ پہاڑوں کی شان و شوکت و سربزی اور درختوں اور پھولوں کی شادابی، دریائے لدرا کا بے مثال حسن، جس کے شفاف پانی نے اس چھوٹی سی وادی کو بچ مچ وادی میں اساس بنا دیا ہے۔ پہلگام سے اوپر اونچی پہاڑیوں پر جائیے اور شاندار اور خوبصورت مناظر ملتے ہیں۔ آڑوا اور چندن والڑی کی بلندیوں پر تو ہم سب گئے ہیں اور راستے میں ترپتی ہوا چشمیں کا سیماں اور بہتی ہوئی چاندنی کی سی آبشاریں، اونچی اونچی برف پوش چوٹیاں اور گھری سربز وادیاں ایک طرف نظر لوں کو اسیر کر لیتی ہیں تو دوسری طرف گھوڑوں کے پھسل جانے کے ڈر سے خوف بھی معلوم





ہوتا ہے۔ چندن واڑی پہنچ کر دور تک چشمے پر جمی ہوئی برف سڑک کے مانند دیکھی۔ اس پر چلے برف توڑ کر کھائی اور سردی سے جم جم سے گئے۔

گل مرگ کئی بار گئے۔ زمردیں پیالے کی سی نوہزار فیٹ کی بلندی پر یہ وادی، حسن و شادابی کا بڑا ہی ڈکش منظر پیش کرتی ہے۔ اس سے تین میل نیچے ٹنگ مرگ کی وادی ہے جس کا چشمہ دریا کے برابر چوڑا ہے اور ایسے ایسے رنگ اور منظر دکھاتا ہے کہ ”سبحان تیری قدرت“ بے اختیار منہ سے نکلتا ہے۔ دریا، چشمے، سمندر، بہتا پانی میری کنزوری ہے۔ اس کا حسن مجھے مسحور کر دیتا ہے۔ گل مرگ سے تین میل تکی گپڈنڈیوں پر پیدل یا ٹھوپر سوار ہو کر کھلن مرگ جاتے ہیں۔ یہاں برف جمی ملتی ہے اور ایک طرف دوسری گنگر کی وادی؛ اور دوسری طرف ہمالیہ کی سر بفلک برف کا تاج پہنے مشہور چوٹیاں نظر آتی ہیں۔ یہاں کی ہوا ہلکی ہے میرا سانس رکتا محسوس ہوتا تھا مگر اس وقت ان باتوں کی پروا کسے تھی۔

پہاڑوں کے علاوہ میدانی علاقوں کی سیر بھی میں نے خوب خوب کی۔ دیہات اور گاؤں نسبتاً کم دیکھے اور شہروں میں زیادہ گئی۔ پونا ایک بار تو چند دن کی سیر کو گئی تھی۔ مغربی گھاٹ پر تھی پہاڑیوں پر بسا یہ شہر آس پاس کا



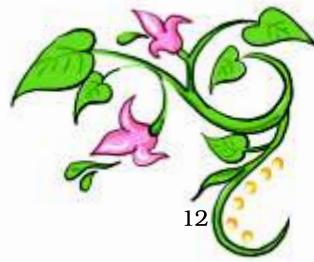


سر سبز علاقہ دیکھنے کے قابل ہے۔ بمبئی تو بیسیوں بارگئی ہوں۔ شروع میں پورے بمبئی اور آس پاس کی سیریں خوب کیں مگر چند دن سے زیادہ وہاں جی نہ لگتا تھا۔ وہاں کا شور و غل میری برداشت سے باہر تھا۔ لیکن بمبئی کا سمندر گیٹ وے آف انڈیا، جو ہو، چوپائی، میرین ڈرائیو، بینکنگ گارڈن مجھے بہت پسند ہیں اور سمندر میں ڈُوبتے اور طلوع ہوتے ہوئے سورج کا نظارہ، اور شام کی کرنوں سے چمکتے چھپیروں کی کشیوں کے بادبان، میری نظریوں کو باندھ لیتے تھے۔ جو ہو، پر سمندر کا جوار بھاٹا، تاڑ کے درختوں میں سے جھانکتا پورا چاند، اور سمندر پر جوار بھاٹ کا نظارہ، یہ سب میری دلچسپی کی چیزیں تھیں اور ہیں۔

بھوپال عابد صاحب کا وطن ثانی تھا۔ وہاں تین بارگئی اور صرف بھوپال ہی کی نہیں آس پاس کی سیر بھی کی۔ بھوپال سے واپسی پر آگرے کی سیر بھی کی، تاج کو دن میں بھی دیکھا اور چاندنی رات میں بھی۔ پہلی بارتاج کو دیکھ کر جواہر ہوتا ہے، جس طرح انسان مسحور ہو جاتا ہے، محبت اور عقیدت کا یہ شاہکار جس طرح دل میں بس جاتا ہے، اسے محسوس کیا جا سکتا ہے بیان نہیں۔ اس پر کندہ کلام پاک کی سورتیں پڑھی ہیں اور ان فن کاروں کو خراج عقیدت پیش کیا جنھوں نے یہ کمال دیکھایا ہے۔ تاج کی جالیوں کی نفاست اور باریکیوں پر سر دھنا ہے۔ اس کے گنبد اور میناروں غرض ہر ہر چیز کو دیکھا ہے اور سوچا ہے کہ انسان کی حُسن کاری، نفاست اور محنت کا اس سے بڑھ کر شاہکار شاید کوئی اور نہیں ہوگا۔ یہ عمارت نہیں آرزو مجسم ہو گئی ہے۔

آگرے اور تاج کے ساتھ مجھے اجتنا اور ایلو را کی سیر یاد آگئی۔ ہم نے اور نگ آباد کی تاریخی عمارتوں اور حیرت انگیز چیزوں کی سیر کی۔ بی بی کا روضہ، چھوٹا سا تاج محل کہا جا سکتا ہے۔ اجتنا کے آس پاس کا قدرتی منظر بہت ہی دلکش ہے۔ میں نے یہ بات محسوس کی کہ ہمارے ہندوستانی رشیوں میں نے جہاں بھی عبادت گاہیں یا خانقاہیں بنائیں تو سر سبز اور قدرتی حسن سے مالا مال علاقے چنے ہیں۔ دنیا کی سب لذتیں تزک کر دیتے تھے۔ مگر حُسن قدرت سے لطف اندوز ہونے کی صلاحیتیں ان میں غیر معمولی تھیں۔

حیدر آباد بھی ان مقامات میں سے ہے جن کو دیکھنے کی بچپن سے آرزو تھی۔ ایک گرمی میں ہم نے وہاں جانے کا پروگرام بنایا۔ حیدر آباد اور اس کے آس پاس کے سارے علاقے کی خوب سیر کی۔ اتنا ہی نہیں یہاں کے



12

ہر طبقے کی زندگی، تقریبات اور رہن سہن کو دیکھا۔ یہاں کے لوگوں کے خلوص اور ادب نوازی سے متاثر ہوئی۔ عثمانیہ یونیورسٹی کئی بار جا کر دیکھی۔ اس کی قدیم مرکزی عمارت اتنی خوبصورت شاندار و نفیس ہے کہ بے اختیار منہ



سے نکلا کہ علم کا یہ مندر حیدر آباد کی سب سے خوبصورت چیز ہے۔ حیدر آباد کے آس پاس کے سارے ساگر دیکھیے۔ گولکنڈہ قلعہ کو خوب گھوم پھر کر دیکھا اور مرعوب ہوئی۔ سالار جنگ میوزیم کی دوبارہ زیارت کی مگر تشنگی باقی رہی۔ ایک شخص نے ہزاروں نوادرات، جن میں سے ہر ایک اپنے رنگ میں لاجواب ہے کس طرح جمع کر ڈالے، یہ خود ایک حیرت ناک چیز ہے۔ وہاں کی مساجد اور امام باڑے بھی دیکھنے کے قابل ہیں۔ نوبت پہاڑ سے سارا شہر نظر آتا ہے۔

(صالحہ عبدالحسین)

سوالات

1. شادی کے بعد مصنفہ نے اپنے شوہر سے کیا فرمائش کی؟
2. مصنفہ نے کشمیر میں کن مقامات کی سیر کی؟
3. تاج محل کو دیکھ کر کیا محسوس کیا؟
4. مصنفہ حیدر آباد کے کون کون سے مقامات سے متاثر ہوئیں؟
5. اپنے کسی سفر کا حال لکھیے۔